110597- بیوی کا خاوند کی طلاق سے انکار اور خاوند کا بیوی سے جماع نہ کرنے اور اولاد پیدا نہ کرنے کا حکم

سوال

میرے دو سوال ہیں : کہ کیا عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ خاوند کی جانب سے دی گئی طلاق سے انکار کر دے ؟

اور اگر خاوند اپنی بیوی سے مباشرت کرنے سے انکار کر دے اور خاص کر جب بیوی بڑی شدت سے حاملہ ہونا چاہتی ہو اور خاوند انکار کرے تو اس میں شرعی حکم کیا ہے ؟

پسندیدہ جواب

اول :

جب خاوند اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو طلاق واقع ہونے کے اعتبار سے بیوی کو طلاق سے انکار کا کوئی حق نہیں بلکہ جب خاوند طلاق دے دے تو یہ طلاق واقع ہو جائیگی چاہے بیوی انکار بھی کرتی رہے ، اور پھر اصل میں طلاق دینا مکروہ ہے اسی لیے ابتدائی طور پر طلاق دینا مرغوب نہیں ہے .

لیکن ہو سکتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں کوئی ایسا مسئلہ کھڑا ہو جائے جس سے خاوند اور بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا مستحیل اور مشکل ہو جائے ، تو اس حالت میں اللہ سبحانہ و تعالی نے پوری مکمل حکمت کے ساتھ طلاق دینا مشروع کی ہے .

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" اصل میں طلاق دینا ممنوع ہے ، اس سے اجتناب کرنا چاہیے ، بلکہ یہ تو بقدر ضرورت و حاجت مباح کی گئی ہے ، جیسا کہ صحیح میں جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" ابلیس لعین اپنا تخت سمندر پر لگاتا ہے اور اپنے لاؤ لشکر روانہ کرتا ہے ، اور اس کے سب سے زیادہ قریب وہ شیطان ہوتا ہے سب سے زیادہ بڑا فتنہ پھیلانے والا ہو.

چنانچہ ایک شیطان آکر کہتا ہے : میں اس شخص کے ساتھ ہی چمٹا رہا حتی کہ اس نے یہ عمل کیا ، اور ایک شیطان آکر کہتا ہے میں اس کے ساتھ ہی چمٹا رہا حتی کہ میں نے اس اور اس کی بیوی کے مابین علیحدگی کرا دی ، تو ابلیس اس کے قریب ہو کر کہتا ہے ہاں تو نے بہت اچھا کام کیا ، اور پھر اسے اپنے ساتھ لگا لیتا ہے "

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی نے جادو کی مذمت میں فرمایا :

اور وہ ان دونوں فرشتوں سے وہ کچھ سیکھتے ہیں جس سے آدمی اور اس کی بیوی کے مابین جدائی کرائی جاتی ہے " انتہی

دیکھیں : مجموع الفتاوی (81/33).

اور ایک مقام پر رقمطراز ہیں :

"اگر طلاق دینے کی ضرورت نہ ہوتی تو دلیل اس کی حرمت کی متقاضی تھی، جیسا کہ اس پر آثار اور اصول دلالت کرتے ہیں، لیکن اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنے بندوں پر رحمت کرتے ہوئے اسے مباح قرار دیا ہے؛ کیونکہ بعض اوقات انہیں اس کی ضرورت ہوتی ہے" انتہی

دیکھیں : مجموع الفتاوی (89/32).

جب بیوی محسوس کرے کہ خاوند اسے طلاق دینا چاہتا ہے تو بیوی کے لیے ممکن ہے وہ اہل خیر اور عقل و دانش والوں کو درمیان میں ڈال کر خاوند کو طلاق دینے سے روک دے، اور اسی طرح اس کے لیے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کچھ اخراجات وغیرہ سے دستبردار ہو جائے، یا پھر اپنا کوئی دوسرا حق چھوڑ دے یا رات بسر کرنے میں کچھ کمی کر کے خاوند کو طلاق نہ دینے پر راضی کر لے جس طرح سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالی عنہا کو محسوس ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ انہیں طلاق دے دیں گے تو انہوں نے اپنی باری کی رات عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو ہبہ کر دی تھی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ ان سے زیادہ محبت کرتے تھے.

سودہ رضی اللہ تعالی عنہا یا دوسری بیویوں نے جو بھی خرچ کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بیوی رہیں وہ کوئی زیادہ نہ تھا.

اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے :

.{اور اگر عورت کو خدشہ ہو کہ اس کا خاوند بدماغی کریگا اور بے پرواہی سے کام لے گا تو دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں، صلح بہت بہتر چیز ہے جمع ہر ہر نفس میں شامل کر دی گئی ہے، اگر تم اچھا سلوک کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تم جو کر رہے ہو اس پر اللہ تعالی پوری خبر دار ہے}.النساء (128).

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ :

"سودہ رضی اللہ تعالی عنہا کو خدشہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق دیں دینگے چنانچہ انہوں نے عرض کیا :

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے طلاق مت دیں اور مجھے اپنے پاس ہی رکھیں، اور میرا دن آپ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لیے رکھ لیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی :

تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہت ہی بہتر ہے.

اس لیے دونوں خاوند اور بیوی جس پر بھی صلح کر لیں وہ جائز ہے.

اسے امام ترمذی نے حدیث نمبر (3040) میں روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں صحیح قرار دیا ہے.

اور اس آیت کی تفسیر عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بھی اسی طرح ثابت ہے.

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں :

اور اگر عورت کو اپنے خاوند کی بدماغی اور بے پرواہی کا خوف ہو"

اس کی تفسیر میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا :

عورت کسی مرد کے پاس ہو جو اس سے کثرت نہ رکھتا ہو اور اسے طلاق دینا چاہتا ہو اور کسی دوسری عورت سے شادی کرنا چاہتا ہو، تو بیوی اسے کہے: مجھے رکھ لو اور طلاق نہ دو اور پھر میرے علاوہ کسی اور سے بھی شادی کر لو، اور مجھ پر نفقہ سے بھی تمہیں چھٹی، اور تقسیم کی بھی، تو اس کے متعلق ہی اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"چنانچہ ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں، اور صلح بہت بہتر ہے"

صحیح بخاری حدیث نمبر (4910) صحیح مسلم حدیث نمبر (3021).

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جب عورت اپنے خاوند کی نفرت کا خدشہ رکھتی ہو یا طلاق کا تو اس کے لیے اپنے حق سے دستبردار ہونا جائز ہے، یا کچھ حق سے دستبردار ہو جائے، مثلا نان و نفقہ یا لباس یا رات بسر کرنا وغیرہ کوئی حق بھی، اور خاوند اسے قبول کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں، نہ بیوی پر اور نہ ہی خاوند پر کوئی گناہ ہوگا، اسی لیے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ان دونوں پر صلح کرنے میں کوئی گناہ نہیں"

پھر فرمایا:

"اور صلح کرنا بہت بہتر ہے"

یعنی علیحدگی اور طلاق سے صلح کرنا بہت ہی بہتر ہے" انتہی

دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (2/426).

چنانچہ طلاق تو خاوند کے ہاتھ میں ہے، اور بیوی کو طلاق سے انکار کا حق حاصل نہیں جو طلاق واقع ہونے میں مانع ہو، بیوی کو چاہیے کہ اگر وہ اسے اپنا خاوند رکھنا چاہتی ہے تو پھر وہ اہل خیر و بھلائی کو درمیان میں ڈال کر خاوند کو طلاق سے روک سکتی ہے، اور بیوی کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہو جائے تا کہ خاوند اسے طلاق نہ دے.

اور اگر پھر بھی خاوند طلاق ہی دینا چاہے تو امید ہے کہ اسی میں دونوں کے لیے خیر ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

.{اور اگر وہ دونوں علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالی ہر ایک کو اپنے وسعت سے غنی کر دیگا، اور اللہ تعالی وسعت والا حکمت والا ہے}.النساء (130).

دوم:

خاوند اور بیوی کو چاہیے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو عفت و عصمت والا بنائیں، اور کسی بھی ایک کے لیے حرام ہے کہ وہ دوسرے کو ضرر دینے کے لیے جماع سے اجتناب کرے، بلاشک و شبہ اس حالت میں خاوند اور بیوی کے مابین کوئی فرق نہیں، اگرچہ بیوی کو شہوت نہ ہو تو بھی خاوند بیوی کے ساتھ اپنی شہوت پوری کرتا ہے، اور اس کے برعکس نہیں.

کیونکہ خاوند کا تو شہوت کی انتشار اور ہیجان کا رغبت سے تعلق ہے، اور جماع اس کے بغیر نہیں ہو سکتا، لیکن جو اپنی بیوی کو عفت و عصمت والا بنا سکنے کے باوجود ایسا نہ کرے تو وہ گنہگار ہوگا؛ کیونکہ استمتاع خاوند اور بیوی دونوں کا مشترکہ حق ہے.

الایہ کہ اگر خاوند نے بیوی سے جماع اس بنا پر کیا ہو کہ بیوی نے اللہ کی جانب سے واجب کردہ کو ترک کیا ہو، یا پھر کسی معصیت کی مرتکب ہوئی ہو، یا پھر بیماری یا کمزوری کی بنا پر جماع نہ کیا جائے.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا:

ایک شخص اگر اپنی بیوی سے ایک یا دو ماہ تک جماع نہ کرے تو کیا وہ گنہگار ہو گا یا نہیں، اور کیا خاوند سے اس کا مطالبہ کیا جائیگا؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا جواب تھا:

"خاوند پر بیوی سے اچھے اور بہتر طریقہ سے مباشرت کرنا واجب ہے، اور یہ اس کے یقینی اور تاکیدی حقوق میں شامل ہوتا ہے، اور یہ حق بیوی کو کھانا کھلانے سے بھی بڑا ہے اور وطئ کرنا واجب ہے، کہا جاتا ہے کہ: ہر چار ماہ میں ایک بار واجب ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ: بیوی کی ضرورت اور خاوند کی استطاعت وقدرت کے مطابق ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ حسب قدرت اور استطاعت اسے کھانا دیتا ہے، اور دونوں میں صحیح قول یہی ہے" انتہی

دیکھیں: مجموع الفتاوی (271/32).

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء کرام کا کہنا ہے:

"جس نے بھی اپنی بیوی کو تین ماہ سے زیادہ چھوڑ رکھا اگر تو یہ بیوی کی بد دماغی یعنی حقوق زوجیت میں سے واجب حقوق میں خاوند کی نافرمانی کی بنا پر ہو، اور بیوی وعظ و نصیحت اور اسے خاوند کے واجب کردہ حقوق کی یاد دہانی کے باوجود اس پر مصر ہو تو پھر خاوند کو حق ہے بیوی کو سبق سکھلانے کے لیے جتنا چاہے بستر میں چھوڑ رکھے حتی کہ وہ راضی خوشی خاوند کے حقوق ادا کرنے لگے.

اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ نے بھی تو اپنی بیویوں کو چھوڑا تھا، اور آپ ان کے پاس ایک ماہ تک نہیں گئے تھے.

رہا مسئلہ بیوی سے بات چیت چھوڑنے کا تو تین ایام سے زائد بات چیت چھوڑنا جائز نہیں؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی فرمایا ہے.

انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کسی بھی مسلمان شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے"

اسے بخاری و مسلم اور امام احمد نے روایت کیا ہے.

لیکن اگر خاوند اپنی بیوی کو ضرر و نقصان دینے کے لیے چار ماہ تک مباشرت سے دور رکھے اور اس میں بیوی نے خاوند کے حقوق میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو تو یہ ایلاء کرنے والے کی طرح ہی ہے چاہے اس نے قسم نہ اٹھائی ہو، ہم اسے ایلاء کی مدت شمار کرینگے، اور جب ایلاء کی مدت گزر جائے اور خاوند اپنی بیوی سے رجوع نہ کرے اور استطاعت ہونے کے باوجود حیض یا نفاس میں نہ ہونے کے باوجود اس سے جماع نہ کرے تو اسے طلاق کا حکم دیا جائیگا، اور اگر وہ نہ تو بیوی سے رجوع کرے اور نہ ہی طلاق دے اور بیوی کے مطالبہ پر قاضی یا تو طلاق دے گا یا پھر اس کا نکاح فسخ کر دیگا.

اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے، اللہ تعالی ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اور صحابہ کرام پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے" انتہی

الشیخ عبد العزیز بن باز.

الشیخ عبد العزیز آل شیخ.

الشیخ صالح الفوزان.

الشیخ بکر ابو زید.

دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (20/261-263).

ایسے ہی ہم یہ تنبیہ بھی کرتے ہیں کہ اولاد پیدا کرنا خاوند اور بیوی دونوں کا مشترکہ حق ہے، کسی ایک کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس حق کو صرف اپنے لیے ہی مخصوص کر لے اور دوسرے کا خیال نہ کرے.

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اہل علم کا کہنا ہے: آزاد عورت کی اجازت کے بغیر عزل نہیں کیا جا سکتا، یعنی خاوند آزاد بیوی سے بیوی کی اجازت کے بغیر عزل (انزال باہر کرنا) نہیں کر سکتا؛ کیونکہ بیوی کو بھی اولاد کا حق حاصل ہے، پھر بیوی کی اجازت کے بغیر خاوند کے عزل کرنے میں بیوی کے استمتاع میں نقص و کمی ہے، اس لیے کہ عورت کا استمتاع تو ہوتا ہی انزال کے بعد ہے.

اس بنا پر بیوی کی اجازت کے بغیر عزل کرنے میں بیوی کو کمال استمتاع حاصل نہیں ہوگا، اور اسے اس سے خوشی حاصل نہیں ہوگی، اور اسی طرح عزل میں اولاد بھی حاصل نہیں ہوگی، اس لیے ہم نے شرط لگائی ہے کہ بیوی کی اجازت سے عزل کیا جائے" انتہی

دیکھیں: فتاوی اسلامیۃ (3/190).

مزید آپ سوال نمبر (5971) اور (10680) اور (93230) کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں.

واللہ اعلم.